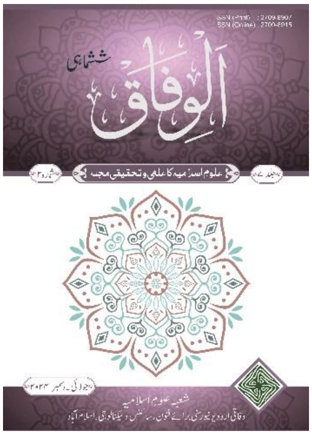

Al-Wifaq Research Journal of Islamic Studies
Volume 7, Issue 2 (July - December 2024)
eISSN: 2709-8915, pISSN: 2709-8907
Journal DOI: https://doi.org/10.55603/alwifaq
Issue Doi: https://doi.org/10.55603/alwifaq.v7i2
Home Page: https://alwifaqjournal.com/
Journal QR Code:

Article

منہج تربیت انسانی: قرآنی قصصی اسلوب کے تناظر میں تحقیقی مطالعہ

Human Educational Methodology: A Study in the Context of Qur'anic Narratives

Indexing

Authors
[1] Sadia Rahman

Affiliations
[1] Mirpur University of Arts and Technology, Mirpur.

Published
31 December 2024

Article DOI
https://doi.org/10.55603/alwifaq.v7i2.u1

QR Code

Citation
Sadia Rehman, "منہج تربیت انسانی: قرآنی قصصی اسلوب کے تناظر میں تحقیقی مطالعہ Human Educational Methodology: A Study in the Context of Qur'anic Narratives" *Al-Wifaq*, no. 7.2 (December 2024): 1–18, https://doi.org/10.55603/alwifaq.v7i2.u1.

Copyright Information:
Human Educational Methodology: A Study in the Context of Qur'anic Narratives © 2024 by Sadia Rehman is licensed under Creative Commons Attribution 4.0 International

Publisher Information:
Department of Islamic Studies, Federal Urdu University of Arts Science & Technology, Islamabad, Pakistan.

منہج تربیت انسانی: قرآنی قصصی اسلوب کے تناظر میں تحقیقی مطالعہ

Human Educational Methodology: A Study in the Context of Qur’anic Narratives

سعدیہ رحمان

لیکچرر، شعبہ علوم اسلامیہ، میرپور یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، میرپور

ABSTRACT

The Qur’anic narratives (Qasas al-Qur’an) offer more than historical accounts; they embed deep moral wisdom, ethical guidance, and transformative messages. Labeled “Ahsan al-Qasas” (the best of stories), they model inner and outer character formation, intellectual illumination, moral elevation, and spiritual purification. Viewed through the lens of the “methodology of human training” (Manhaj al-Tarbiyah al-Insaniyyah), these stories reveal powerful tools for awakening consciousness, shaping character, refining emotions, and fostering moral growth.

The Prophets’ struggles, trials, decisions, and life lessons transcend history to provide living admonitions, wisdom, and practical frameworks for a righteous life. Figures like Yusuf (Joseph), Musa (Moses), and Ibrahim (Abraham) illuminate virtues such as patience, tawakkul (trust in God), justice, tawheed (monotheism), forgiveness, and resilience. These narratives form multidimensional patterns of moral education and character development.

Methodologically, the study employs analytical, thematic, and comparative approaches, drawing on classical and modern exegesis as well as educational and psychological perspectives to examine pedagogical elements. It analyzes motives, structure, and psychological impact on readers, showing that the Qur’anic narrative is not mere literature but a universal model for moral formation and spiritual development applicable across times and cultures.

KEYWORDS:

Ethical Guidance, Psychological Impact, Qur’anic Narratives, Moral Education, Human Training (Tarbiyah), Character Development, Spiritual Purification.

قصصِ قرآنی، قرآن حکیم کا ایک منفرد اور موثر اسلوب ہے، جو واقعات کی تاریخی حقیقتوں کو منکشف کرنے کے ساتھ انسانی شخصیت کی تربیت، اصلاحِ نفس، تزکیۂ قلب اور اخلاقی بصیرت کو بھی اجاگر کرتا ہے۔ قرآن کے یہ واقعات محض کہانیاں نہیں، بلکہ حکمت و عبرت، فطرتِ انسانی کی نفسیاتی گرہوں کی پہچان، اور ان کی تطہیر کا ذریعہ ہیں۔ قرآنی قصص انسانی

فکر، جذبات، ارادے اور اعمال کو اس طرح مخاطب کرتے ہیں کہ وہ قاری کے لیے ایک زندہ سبق بن جاتے ہیں۔ قرآن مجید میں مذکور واقعات نہ صرف تاریخی سچائی کا مظہر ہیں بلکہ ایک جامع تربیتی درس بھی ہے، جو انسان کو خود شناسی، رب شناسی اور کردار سازی کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرامؑ، اقوامِ سابقہ، اہلِ ایمان اور سرکش قوموں کے واقعات کو بار بار مختلف انداز سے پیش کر کے انسان کے قلب و عقل کو جھنجھوڑا گیا ہے تاکہ وہ سبق لے کر اپنے عمل کو سنوار سکے۔ اس لیے ذیل میں اولاً تربیت وتذکیہ کے مفہوم اور ضرورت واہمیت پر روشنی ڈالنے کے بعد قرآنی قصص انسانی تربیت میں کیا اور کن جہات سے کردار ادا کرتے ہیں، اُس پر کلام کی جائے گی۔

تربیت کا مفہوم:

تربیت عربی زبان کا لفظ ہے۔ لغوی طور پر اس کی تین بنیادیں ہیں۔ اس کی پہلی بنیاد ربا یربوا (ن) بمعنی زاد و نما ہے۔ دوسری بنیاد ربی یربی (س) بوزن خفی یخفی ہے اور تیسری بنیاد رب یرب (ن) بوزن مدّ یمدُّ ہے۔ تربیت تفعلہ کے وزن پر باب تفعیل کا مصدر ہے۔ اس کا بنیادی مادہ ر، ب، ی ہے۔ چنانچہ لام کلمہ یاء ہونے کی بناء پر ناقص یائی ہوا۔ ابتداء ہی میں یہ بات پیش نظر رہے کہ باب ضرب یضرب اگر ناقص یائی ہو تو اس کا خاصہ مبالغہ ہوتا ہے۔

ربی تربي وتربی کا اردو ترجمہ لڑکے کی پرورش کرنا، غذا دینا اور مہذب بنانا ہے۔[1] قرآن مجید میں یہ لفظ تربیت کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا[2]

"اور یوں دعا کرتے رہنا کہ میرے پروردگار ان دونوں پر رحمت فرما جیسا انہوں نے مجھے بچپن میں پرورش کیا ہے۔"

تربیت کسی چیز کو آہستہ آہستہ درجہ کمال تک پہنچانے کو کہتے ہیں۔ امام راغب کے الفاظ میں:

التربية هو انشاء الشيء حالا فحالا الي حد التمام[3]

"تربیت کسی شے کی درجہ بدرجہ اس انداز میں پرورش کرنا ہے کہ وہ کمال کو پہنچ جائے۔"

چونکہ اللہ تعالی ہی تمام کائنات کی مصالح کا متکفل ہے اس لئے اس کے بغیر رب کا لفظ کسی پر نہیں بولا جاتا۔ مگر جب یہ لفظ مضاف ہو تو اللہ تعالی پر بھی اور دیگر پر بھی بولا جاتا ہے۔ المفردات میں "رب" کے بارے لکھا ہے:

"اس میں رب سے مراد اللہ تعالی کی ذات ہے۔ اور رب الدار اور رب الفرس میں یہ لفظ غیر اللہ کیلئے

1۔ عبدالحفیظ بلیاوی، مصباح اللغات (کراچی: سعید کمپنی، 1950ء)، 277

2۔ القرآن، بنی اسرائیل: 24

3۔ ابوالقاسم حسین بن محمد المشہور علامہ راغب اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن (مصر: مصطفی البابی الحلبی، 1961ء)، 182

استعمال ہو رہا ہے۔"[4]

ابن فارس کے نزدیک راء اور باء سے ترتیب پانے والے الفاظ چند اصولوں پر دلالت کرتے ہیں جو درج ذیل ہیں:

i. اس کے معنی میں کسی چیز کی اصلاح کرنا اور اس کا انتظام کرنا پایا جاتا ہے۔ مثلاً کہا جاتا ہے، اس نے اپنی جاگیر کی اصلاح کی اور کہا جاتا ہے، مشک پر انگور وغیرہ کا شیرہ لگا ہوا ہے۔ اس کو رب اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کے ساتھ مشک کی اصلاح ہوتی ہے۔ نیز کہا جاتا ہے، فرس مربوب یعنی اصلاح کیا ہوا گھوڑا۔ رب کے معنی اصلاح کرنے کے بھی ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ رب ہے کیونکہ وہ اپنی مخلوقات کے حالات درست کرنے والا ہے۔

ii. دوسرا اصول یہ ہے کہ کسی چیز کا لازم ہونا اور اس پر قائم و دائم رہنا۔ مثلاً کہا جاتا ہے اس شہر میں بادلی مسلسل رہی اور کہا جاتا ہے ایسی سرزمین جس پر ہمیشہ بارش برستی رہتی ہو۔ انہی معنوں میں بادل کو رباب کہتے ہیں۔

iii. تیسرا اصول یہ ہے کہ راء اور باء سے بننے والے الفاظ میں ایک چیز کا دوسری چیز سے مل جانے کا معنی بھی پایا جاتا ہے۔ جس کپڑے میں تیر ڈالے جاتے ہیں اسے ربابہ کہتے ہیں۔[5]

ابن منظور کے نزدیک:

"تربیت کا لفظ ہر بڑھنے والی چیز کیلئے استعمال ہوتا ہے، جیسے اولاد اور کھیتی وغیرہ"[6]

خلاصہ یہ ہے کہ تربیت کے بنیادی مادے میں درج ذیل معانی پوشیدہ ہیں۔ بڑھنا، پھلنا پھولنا، پرورش کرنا، غذا دینا، مہذب بنانا، مالک ہونا، اچھا انتظام کرنا، نظم و نسق چلانا، درست کرنا، عمدگی پیدا کرنا، خراب ہونے سے بچانا، ملنا، لازم ہونا وغیرہ۔ چنانچہ اصطلاحی طور پر تربیت سے مراد انسانی شخصیت کے تمام پہلوؤں کی نشوونما کر کے حد کمال تک پہنچانا ہے۔

تربیت میں بتدریج نشوونما پانے کی خصوصیت کو مشتاق احمد خان ان الفاظ میں تحریر کرتے ہیں:

"رب کے معنی نشوونما دینا ہیں یعنی کسی چیز کو نئی نئی تبدیلیوں سے اس طرح گزارنا کہ وہ بتدریج نشوونما پاتی ہوئی اپنی تکمیل تک پائی جائے۔ جس طرح فطرت قطرۂ نیساں کو موتی بنانے کیلئے نئی نئی تبدیلیوں سے گزارتی ہے اور رفتہ رفتہ اس کی نشوونما کی جاتی ہے۔"[7]

رب کے معنی سے ہی تربیت کی وضاحت ممکن ہے۔ تربیت میں افراد کی استعداد اور صلاحیتوں کو نکھار کر افراد کی جسمانی، اخلاقی، روحانی پرورش کی جاتی ہے۔ اس کے اندر جو برائیاں ہیں ان کو بتدریج ختم کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد انسان معاشرے

4 ۔ راغب اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، 186

5 ۔ ابو الحسین احمد بن فارس بن زکریا، معجم المقاییس اللغہ (بیروت: دار الفکر، س ن)، 381/2

6 ۔ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی، لسان العرب (بیروت: دار صادر، الطبعۃ الثالثۃ، 1212ھ)، 307/14

7 ۔ مشتاق احمد خان، تعلیم القرآن (راولپنڈی: قرآن مرکز، اقبال پلازہ، 2001)، 960

کیلئے ایک صالح فرد کے طور پر سامنے آتا ہے۔ تربیت سے مراد صرف اخلاقی تربیت نہیں بلکہ پوری شخصیت کی ہمہ جہتی تربیت ہے تاکہ ایک بچہ ہر لحاظ سے ایک مکمل اور عملی مسلمان بنے۔ تربیت کے عمل میں تزکیہ کا لفظ بہت اہمیت کا حامل ہے۔ یہ لفظ بھی تربیت کا ہم معنی ہی خیال کیا جاتا ہے۔ اس کی وضاحت میں علامہ راغب فرماتے ہیں:

"یہ نہی تادیبی ہے کیونکہ انسان کا اپنے منہ میاں مٹھو بننا نہ تو عقلاً ہی درست ہے اور نہ ہی شرعاً، یہی وجہ ہے کہ جب ایک دانشمند سے پوچھا گیا کہ وہ کون سی بات ہے جو باوجود حق ہونے کے زیب نہیں دیتی تو اس نے جواب دیا مدح الانسان نفسه انسان کا اپنی ذات کی تعریف کرنا۔"(8)

تزکیہ انسان کا تمام خرابیوں اور عیوب سے خود کو پاک صاف کر لینا ہے۔ سید قطب نے اس لفظ کو زندگی کے تمام گوشوں کی صفائی سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ(9)

اللہ وہ ذات ہے جس نے امیین میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیات پڑھتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے۔

ان کے نزدیک تزکیہ انسان کے فکر و عمل کے تمام گوشوں پر محیط ہے۔ سید مودودی کے نزدیک بھی تزکیہ زندگی کے تمام گوشوں کا احاطہ کرتا ہے چنانچہ وہ رقمطراز ہیں:

"تزکیہ اور سنوارنے کا عمل انسانی خیالات، عادات، معاشرت، تمدن، سیاست غرض ہر چیز پر محیط ہے۔"(10)

تربیت سے ملتے جلتے الفاظ سے واقفیت حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔ انہیں تربیت کے مترادفات کہنا درست نہیں ہے بلکہ یہ چیزیں تربیت کرنے میں معاون ہوتی ہیں اور انہیں تربیت کے ذرائع کا نام بھی دیا جا سکتا ہے۔ ان کی مختصر فہرست درج ذیل ہے: ۱۔ تعلیم۔ ۲۔ تدریس ۳۔ تدریب۔ ۴۔ تادیب۔ ۵۔ تلقین۔ ۶۔ دعوت۔ ۷۔ تبلیغ۔ ۸۔ وعظ

تربیت کی ضرورت و اہمیت:

اللہ تعالی نے انسانوں کو پیدا کیا اور کائنات کی تمام اشیاء کو اس کیلئے مسخر کر دیا۔ انسان کی تخلیق کا مقصد بھی اللہ تبارک و تعالی نے بیان فرما دیا۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالی ہے:

8۔ راغب اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، 213

9۔ القرآن، سورۃ الجمعہ: 2

10۔ ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن (لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، 1998ء)، 112/1

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ (11)

"اور میں نے انسانوں اور جنوں کو اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا۔"

تربیت سے مراد محض انسان کے ظاہری اعمال کی اصلاح نہیں بلکہ باطنی اصلاح بھی تربیت کے دائرہ کار میں داخل ہے۔ اگر محض انسانی اعضاء سے صادر ہونے والے اعمال کی اصلاح کر دی جائے لیکن اس کی فکر و نظر اور خواہشات کا دائرہ کار متعین نہ کیا جائے تو اس کو اسلامی نقطہ نظر سے تربیت نہیں کہا جا سکتا۔ جب بھی نظام تربیت پر غور و فکر ہو گا تو اس سے مراد ظاہری اور باطنی دونوں قسم کے اعمال کا صحیح خطوط پر استوار کرنا ہو گا۔

قرآن مجید کی تعلیمات فطرت انسانی کو مد نظر رکھ کر حقیقتاً عقل، وجدان اور شعور کی تربیت کا ساماں پیدا کرتی ہیں۔ قرآن مجید قلب انسانی کا تعلق اللہ تعالی سے پیدا کر کے اس میں طہارت و تقویٰ اس حد تک پیدا کر دیتا ہے کہ اس کا ہر عمل شعوری اور لاشعوری عمل صاف اور پاکیزہ ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید کا معجزہ ہے کہ ایک طرف اس کی تلاوت اگر انسان کو سرور اور روحانی خوشی دیتی ہے تو دوسری طرف وہ اس کے شعور کو تازگی اور فکر کو جلا بخشتی ہے۔ یہ ایک جامع اور محفوظ کتاب ہے۔ چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی قرآن مجید کی ایک ایک آیت اور ایک ایک لفظ محفوظ ہے اور اس میں کمی بیشی نہیں ہوئی۔

تربیت کا عمل انسان کی پیدائش کے وقت سے جاری ہے۔ رسمی، غیر رسمی یا نیم رسمی طور پر تعلیم و تربیت کا معاملہ معلوم انسانی تاریخ سے جاری ہے۔ حضرت آدمؑ کو اللہ تعالی نے تربیت دی، انہوں نے یہ سلسلہ اپنی اولاد میں منتقل کیا پھر اللہ تعالی نے مختلف انبیاء کے ذریعے سے انسانی کی تربیت کا اہتمام فرمایا۔ نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے کے دور میں کئی رسمی اداروں کا سراغ مل جاتا ہے۔ اسلام کی آمد کے ساتھ ہی تعلیم و تربیت کے عمل نے ایک منظم تحریک کی شکل اختیار کی، یہ عمل تا حال جاری ہے اور قیامت تک جاری و ساری رہے گا۔ اس وقت دنیا میں کئی تربیتی نظریے کار فرما ہیں۔ ان میں اشتراکی، جمہوری، لادینی اور اسلامی نظریہ تربیت اہمیت کے حامل ہیں۔ اسلامی نظریہ تربیت قرآن مجید کی تعلیمات پر مبنی ہے اور پوری دنیا میں واحد نظریہ تربیت ہے جو الہامی بنیادوں پر قائم ہے۔ ماہرین تربیت نے تربیت کی کئی انواع بیان کی ہیں۔ ان میں سے جسمانی، فکری، ایمانی، اخلاقی، جنسی، نفسیاتی، علمی، معاشرتی، روحانی اور عقلی تربیت بہت اہمیت کی حامل ہیں۔ انسانی تربیت کے لیے انسان نے متعدد اسلوب استعمال کیے ہیں، اُنہیں میں ایک اسلوب قصصی بھی ہے۔

قرآن مجید میں انسانی تربیت کا قصصی اسلوب:

قرآن مجید نے انسانیت کی تربیت کے لیے قصص و واقعات کا اسلوب بھی واضح طور پر اختیار کیا ہے۔ قرآن مجید کے قصص انسانیت کے ذوق سماعت کی تسکین کے لیے بیان نہیں کئے گئے اور نہ ہی ان قصص کا مطلب تھا کہ تاریخی واقعات کے حوالہ سے نبی اکرمؐ کے علم کی دھاک بٹھانا۔ اس کی وجہ تو شاید یہ ہے کہ قصص کی تاثیر پر سحر ہوتی ہے۔ اور انسانی نفوس پر گہرا

11۔ القرآن، سورۃ الذاریات: 51

اثر رکھتی ہے اور یہ انسانی نفس کا ایک تاثر ہے کہ وہ خود کو کہانی اور قصہ میں شامل تصور کرتا ہے۔ قرآن کریم نے جو قصوں کی وجہ بیان کی ہے وہ عبرت کا حصول ہے کہ سابقہ اقوام اور افراد کی حالت جان کر عبرت پکڑی جائے۔ اسی حقیقت کو قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان کیا:

لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۭ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ(12)

مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کے قصوں میں دانشمندوں کے لیے بڑی عبرت ہے۔ یہ کوئی جی سے گھڑی ہوئی بات نہیں ہے بلکہ اس کتاب کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے آچکی ہے نیز ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں ساری باتوں کی تفصیل ہے اور رہنمائی ہے اور رحمت ہے۔

قرآن مجید میں صرف چھبیس انبیاء کے ناموں کا تذکرہ ہے، جبکہ انبیاء ورسل کی کل تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار سے بھی زائد ہے۔ قرآن کریم نے اس بات کی وضاحت بھی ہے کہ اس میں تمام انبیاء کرام کے قصے بیان نہیں کیے گئے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ(13)

"اے نبیؐ کچھ رسولوں کا حال ہم نے آپ کو بتادیا اور کچھ رسولوں کا نہیں بتایا۔"

قرآن میں بیان کردہ چند انبیاء کے قصے اور ان سے حاصل کردہ نتائج کا تذکرہ درج ذیل ہے:

1. اس کائنات میں سب سے پہلے انسان حضرت آدمؑ ہیں چنانچہ قرآن میں حضرت آدمؑ کا قصہ بیان ہوا ہے۔ قرآن مجید میں حضرت آدمؑ کا نام پچیس آیات میں پچیس مرتبہ آیا ہے۔ حفظ الرحمٰن سیوہاروی لکھتے ہیں:

"قرآن عزیز ان تاریخی واقعات کو محض اس لیے بیان نہیں کرتا کہ وہ واقعات ہیں جن کا ایک تاریخ میں درج ہونا ضروری ہے۔ بلکہ اس کا مقصد وحید یہ ہے کہ وہ ان واقعات سے پیدا شدہ نتائج کو انسانی رشد وہدایت کے لیے موعظت و عبرت بنائے اور انسانی عقل وجذبات سے اپیل کرے کہ وہ قوانین فطرت کے سانچے میں ڈھلے ہوئے ان تاریخی نتائج سے سبق حاصل کریں اور ایمان لائیں کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی ایک ناقابل انکار حقیقت ہے اور اس کا یدِ قدرت ہی اس تمام ہست و بود پر کار فرما ہے اور اسی مذہب کے احکام کی پیروی میں فلاح ونجات اور ہر قسم کی ترقی کا راز مضمر ہے جس کا نام مذہب

12۔ القرآن، سورۃ یوسف: 111

13۔ القرآن، سورۃ النساء: 164

فطرت یا اسلام ہے۔"[14]

حضرت آدمؑ کے واقعہ سے جو نتائج اخذ ہوتے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

i. اللہ کی حکمتوں کے راز سے کوئی بھی ہستی آگاہ نہیں۔ بے شک کوئی کتنا ہی عابد و زاہد اور مقرب الی اللہ ہو، مگر رازہائے خداوندی اس پر آشکار نہیں ہو سکتے۔ فرشتے ہر آن اس کی عبادت میں مصروف رہتے ہیں اور اس کی نہایت مقرب مخلوق ہیں۔ لیکن خلافت آدم کی حکمت سے آشنا نہ ہو سکے اور جب تک معاملہ پوری طرح ان پر منکشف نہیں ہو گیا وہ حیرت اور تعجب ہی میں رہے۔

ii. اللہ تعالیٰ کی عنایات کا سلسلہ نہایت وسیع ہے اگر وہ بظاہر کسی معمولی اور حقیر شے پر بھی توجہ فرمادے تو جلالت قدر کے بلند مرتبے پر پہنچ جاتی ہے اور خلعت عزت و شرف سے بہرہ یاب ہو جاتی ہے۔ اسی انسان کی مثال کو لیجئے کہ یہ ایک مشت خاک ہے لیکن اللہ کی نظرِ رحمت نے اس کو خلیفۃ اللہ کے منصب عالی پر فائز کر دیا ہے۔

iii. انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل خاص سے جلالت و بزرگی کی رفعتوں پر پہنچا دیا اور اس کے لیے اپنے شرف و مجد کی نعمت کے دروازے وا کر دیئے، مگر اس کی خلقی و جبلی کمزوری باقی رہی اور مرتبہ بلند پر فائز ہونے کے باوجود اس کے ذہن و فکر کی سطح پر بشریت و انسانیت کا فطری نقص بدستور چھایا رہا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اس وسوسہ ابلیس کا شکار ہو گیا اور ایک خاص وقت کے لیے اللہ کی نعمت عظمیٰ سے جو جنت کی صورت میں عطا کی گئی تھی محروم ہو گیا

قصہ آدم و ابلیس سے علم کی عظمت کا پتہ بھی چلتا ہے کہ عزت و شرف صرف علم کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے۔ اس علم کی وجہ سے ہی آدم مسجودِ ملائکہ ٹھہرا۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ ۙ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِىْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ[15]

"اور اس نے آدمؑ کو تمام اشیاء کے نام سکھا دیئے، پھر انہیں فرشتوں پر پیش کیا اور کہا کہ اگر تم سچے ہو تو ان چیزوں کے نام بتاؤ۔"

انسانی خون کی عزت و عظمت بھی ہابیل و قابیل کے واقعہ سے معلوم ہے۔

14۔ حفظ الرحمٰن سیوہاروی، قصص القرآن (لاہور: مکتبہ اخوت، س ن)، 18

15۔ القرآن، سورۃ البقرہ: 31

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا(16)

"جس نے کسی جان کو بغیر جان کے بدلے یا زمین میں فساد کے بدلے قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کیا۔"

نیز اسی واقعہ سے انسان کی بے بسی اور لاعلمی اور جہالت کا اندازہ بھی ہوتا ہے۔ اس تفصیلی قصے سے اور بھی بہت سے نتائج اور عبرتیں حاصل ہوتی ہیں۔

2. قرآن کریم میں دوسرا واقعہ حضرت نوحؑ کا ہے جس کا قرآن مجید میں اجمالی اور تفصیلی تذکرہ تینتالیس مقامات پر آتا ہے۔ قصہ نوح کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کی کئی پہلوؤں سے تربیت کی ہے۔ اس قصہ سے بہت سی عبرتیں اور حقائق مستنبط ہوتے ہیں۔ اس قصہ کے نمایاں ترین نتائج درج ذیل ہیں:

i. تمام انبیاء کی اطاعت کرنے والے عموماً غریب لوگ ہوتے ہیں۔ امراء اور حکمران عام طور پر انبیاء کی مخالفت کیا کرتے ہیں۔ اس واقعہ کی نبی اکرمؐ کے حالات سے کافی مشابہت ہے جس طرح اہل مکہ کے امیر لوگوں نے نبی اکرمؐ کی مخالفت کی تھی اسی طرح حضرت نوح کے امراء اور سرداروں نے بھی حضرت نوحؑ کی مخالفت کی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ(17)

"سو ان کی قوم میں جو کافر سردار تھے کہنے لگے کہ ہم تو تم کو اپنے ہی جیسا آدمی دیکھتے ہیں اور تمہارا اتباع انہی لوگوں نے کیا جو ہم میں بالکل رزیل ہیں پھر وہ اتباع بھی محض سرسری رائے سے ہوا ہے۔ اور ہم تم لوگوں میں کوئی بات اپنے سے زیادہ بھی نہیں پاتے بلکہ ہم تم کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔"

ii. یہ بات ضروری نہیں کہ انبیاء اور نیک لوگوں کی اولاد بھی نیک ہو۔ ہر آدمی کو اپنے اعمال کا جواب دینا ہے۔ صرف اس وجہ سے کوئی نہیں بخشا جائے گا کہ اس کا تعلق کسی مقدس ہستی سے ہے۔ انجام کار اپنے عقیدہ اور اعمال کی بدولت بھگتنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنِّيْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ(18)

16 ۔القرآن، سورۃ المائدہ:32

17 ۔القرآن، سورۃ ھود:27

18 ۔القرآن، سورۃ ھود:46

"اللہ تعالیٰ نے ارشاد) فرمایا کہ اے نوحؑ یہ شخص تمہارے اہل میں سے نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے اعمال صالح نہیں ہیں۔ سو مجھ سے ایسی چیز کی درخواست مت کرو جس کی تم کو خبر نہیں۔ میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ تم نادان نہ بن جاؤ۔"

iii. ظاہری اسباب اختیار کرنے کی اجازت ہے۔ ظاہری اسباب کو ترک کر کے توکل کرنا الہامی تعلیم کے مخالف ہے۔ حضرت نوحؑ نبی ہونے کے باوجود پانی سے بچنے کے لیے کشتی تیار کرتے رہے۔ جب پانی آگیا تو کشتی میں سوار ہو گئے اور پانی کے طوفان عظیم سے اللہ تعالیٰ نے ان کو محفوظ رکھا۔

iv. حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کو نو سو پچاس سال تک تبلیغ کی لیکن اس کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ اس بات سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ اگر حکم خداوندی پر عمل کرتے ہوئے نتیجہ بظاہر درست نظر نہ آرہا ہو تو اچھے کام پر عمل کرنا ترک نہیں کر دینا چاہیے۔ بلکہ عمل جاری رکھنا چاہیے۔ نیز اس واقعے سے حضور نبی اکرم کو بھی تسلی دی گئی ہے۔ آپؐ اپنی تبلیغ کے نتائج خاطر خواہ برآمد نہ ہونے کی وجہ سے پریشان نہ ہوں۔ بلکہ سابقہ انبیاء کی استقامت کو پیش نظر رکھیں کہ انہوں نے کتنا عرصہ تک تبلیغ کی اور نتیجہ خدا پر چھوڑ دیا۔ جیسے سورۃ عنکبوت کی آیت نمبر ۱۴۔

v. اس واقعہ سے یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ جب حق کی دعوت پیش کی جاتی ہے تو باطل گروہ اس کو آسانی سے قبول نہیں کرتا بلکہ اجتماعی طور پر اس دعوت کی مخالفت کرتا ہے۔ حضرت نوحؑ نے جب توحید کی دعوت پیش کی تو آپ کو قوم نے بتوں کی پوجا کو نہ چھوڑنے کا تہیہ کر لیا۔ جیسے سورۃ نوح، آیت نمبر ۲۳۔

3. حضرت ادریس بھی اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر تھے۔ قرآن کریم میں ان کا تذکرہ دو سورتوں میں آیا ہے۔ ان سے متعلقہ واقعات کو قرآن کریم نے صرف قصہ کے طور پر بیان نہیں کیا بلکہ اس سے مسلمان قوم کی تربیت کی گئی ہے۔ اور نبی اکرمؐ کو پہلی اقوام اور انبیاء کے حالات سے آگاہی دلا کر آپ کو استقامت اور صبر کی تلقین کی گئی ہے۔

4. دیگر انبیاء کی طرح حضرت ھودؑ کی دعوت بھی توحید کی دعوت تھی۔ انہوں نے قوم کو اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرنے کا حکم دیا تھا اور ساتھ ہی اس بات کا برملا اعلان کر دیا تھا کہ میں تم سے اس دعوت کے بدلے میں کسی مالی معاوضے کا طلب گار نہیں ہوں۔ لیکن اس کے باوجود قوم عاد نے حضرت ھودؑ کی دعوت کو ٹھکرا دیا اور کہا کہ ہم اپنے آباء واجداد کے طریقے کو نہیں چھوڑنے والے۔ قوم عاد کو اللہ تعالیٰ نے بہت مال و دولت اور طاقت و ثروت سے نوازا تھا۔ یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ مال و دولت کی عطا اللہ کی خوشنودی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ بلکہ یہ اللہ کی طرف سے آزمائش ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے تو طاقت اور مال کو ختم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس قوم ھود نے ان کے ساتھ بدتمیزی کا رویہ رکھا لیکن انہوں نے ان کے ساتھ ہمیشہ نرمی کا رویہ رکھا۔ دعوت حق کے داعی کے

لیے یہ رہنمائی ملتی ہے کہ دعوت میں نرمی کا رویہ رکھا جائے اگر آگے سے سختی اور بدتمیزی کے رویے کا اظہار ہو تب بھی سختی اور درشتی اختیار نہیں کرنی چاہیے۔

5. اسی طرح حضرت ابراہیمؑ کے تذکرے انسانی تربیت کے بہت سے پہلوؤں پر رہنمائی کرتے ہیں، چنانچہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب لکھتے ہیں کہ:

"خلیل الرحمٰن (ابراہیمؑ) کے اس اقدام سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جو شخص اپنی اولاد کو صالح بنانا چاہے وہ انہیں ایسے ماحول میں آباد نہ کرے جہاں فساد کا دور دورہ ہو، شر غالب ہو، فسق و فجور عام ہو اور شیطانی مراکز کی کثرت ہو۔ بلکہ انہیں وہاں بسائے جہاں خیر کا چلن ہو، نیکی غالب ہو، دینداری کا زور ہو، مساجد کی کثرت ہو، قرآن و سنت کی تعلیم کے مراکز ہوں، اسلامی اصولوں کی بنیاد پر نئی نسل کی تربیت کرنے والے ادارے ہوں۔"(19)

6. سورۃ یوسف ان پانچ سورتوں میں سے ایک ہے جو انبیاء کے نام پر ہیں۔ حضرت یوسفؑ کا نام قرآن مجید میں چھبیس جگہ آیا ہے۔ حضرت یوسفؑ کے قصہ میں تربیت کے حوالے سے بہت سے نکات پنہاں ہیں۔ حفظ الرحمٰن کے الفاظ میں:

"دراصل یہ قصہ ایک واقعہ نہیں بلکہ فضائل اخلاق کی ایسی زریں داستان ہے جس کا ہر پہلو موعظت و بصیرت کے حوالے سے لبریز ہے۔ قوتِ ایمانی، استقامت، ضبط نفس، صبر، شکر، غفلت، دیانت و امانت، عفو و درگزر، جذبہ تبلیغ والا کلمہ، اللہ کا عشق اور اصلاح و تقویٰ جیسے اخلاق فاضلہ اور صفات کاملہ کا ایک نادر سلسلۃ الذھب ہے۔ جو اس قصہ کے ہر نقش میں منقش نظر آتا ہے"(20)

اس قصے کے چند نمایاں نتائج عبر کا نمونہ یہ ہے:

i. حضرت یوسفؑ کے سلسلہ اولاد سے تعلق رکھتے تھے اور خود بھی ایک جلیل القدر پیغمبر تھے۔ انہوں نے پاک اور صاف ستھرے ماحول میں تربیت پائی تھی۔ اس لئے پاک دامنی ان کی ذات کا لازمی حصہ تھی۔ چنانچہ زلیخا کے واقعہ میں ان کی پاک دامنی کا امتحان ہوا۔

ii. حضرت یوسفؑ نے انتہائی سخت حالات میں حتیٰ کہ قید خانے میں بھی توحید کی تبلیغ جاری رکھی۔

iii. اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حالات خواہ کسی بھی ڈگر پر چل رہے ہوں، صاحب حق کو اپنا فریضہ ادا کرتے رہنا چاہیے۔

iv. اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کو خواب کی تعبیر سکھائی تھی اور بادشاہی عطا کی تھی۔ خوابوں کی تعبیر سے انہوں

19۔ پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی، حضرت ابراہیمؑ بحیثیت والد (لاہور: مکتبہ قدوسیہ، س ن)، 52

20۔ سیوہاروی، قصص القرآن، 336/1

نے سب کو فائدہ پہنچایا اور بادشاہی مل جانے کے بعد بھائیوں سے بدلہ نہیں لیا بلکہ انہیں جتایا تک نہیں، ان سے درگزر کر دیا اور ان کی ہر طرح معاونت کی۔

v. اس واقعہ سے اس بات کا بھی پتا چلتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ پر کامل اور پختہ ایمان ہر طرح کی مشکلات کو برداشت کرنے کا حوصلہ پیدا کرتا ہے۔ جیسا کہ حضرت یوسفؑ کو کنویں میں پھینکا گیا، جیل میں قید کیا گیا وغیرہ۔ لیکن اللہ کی طرف متوجہ ہونے کی وجہ سے ان کے قدم ایک لمحہ کو بھی نہ ڈگمگائے۔

vi. برادران یوسفؑ نے حضرت یوسفؑ پر حسد کی وجہ سے ظلم کیا تھا لیکن معلوم یہ ہوا کہ حسد کا نقصان حسد کرنے والے ہی کو ہوتا ہے۔ یہ بڑی رزیل خصلت ہے۔ اس کو قریب بھی نہیں پھٹکنے دینا چاہیے۔

دیگر انبیاء کے قصص

ان انبیاء کرام کے قصص کے علاوہ قرآن مجید میں حضرت اسماعیلؑ حضرت اسحاقؑ، حضرت لوطؑ، حضرت شعیبؑ، حضرت الیاسؑ، حضرت داوٗدؑ، حضرت زکریاؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت ایوبؑ، حضرت یونسؑ، حضرت عزیزؑ، حضرت عیسیٰؑ، حضرت محمد ﷺ وغیرہ اور انبیاء کے قصص بھی برائے عبرت و تربیت بیان ہوئے ہیں۔ ان سب انبیاء کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پر اللہ کی راہ میں کتنی مصیبتیں آئیں ہیں اور انہوں نے ان تمام مصیبتوں کو بڑی خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔

غزوات النبی ﷺ کے واقعات

قرآن کریم نے رسول اللہ ﷺ کے واقعاتِ زندگی کی جھلک کا نمونہ قرآن میں پیش کیا ہے۔ غزوات نبی کا قرآنی تذکرہ صرف اس لیے نہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی زندگی کا کوئی تاریخی ریکارڈ مرتب کرنا مقصود تھا بلکہ ان واقعات کے ذریعے بھی امت مسلمہ کی تربیت مقصود تھی۔ قرآن مجید نے جن غزوات کو قدرے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ان میں غزوہ بدر، غزوہ احد اور غزوہ احزاب نمایاں ہیں۔ ان کے علاوہ صلح حدیبیہ سے لے کر فتح مکہ اور جنگ تبوک تک کا تذکرہ بھی قرآن میں موجود ہے۔ غزوہ بدر کی تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان تھوڑی تعداد میں تھے ان کے پاس ساز و سامان اور اسلحہ کی کمی بھی تھی لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کی اور فتح نصیب فرمائی۔ اس بات کو قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ بَلٰٓى اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ (21)

21۔ القرآن، سورۃ آل عمران: 123-125

"اور تحقیق اللہ نے تمہاری مدد کی بدر کی لڑائی میں اور تم کمزور تھے، سو ڈرتے رہو اللہ سے تاکہ تم احسان مانو جب آپ مسلمانوں سے کہنے لگے کہ کیا تم کو کافی نہیں کہ تمہارا رب تمہاری مدد کو آسمان سے نازل ہونے والے تین ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کرے۔ ہاں، کیوں نہیں اگر تم ڈٹے رہو گے اور متقی رہو گے اور وہ لوگ تم پر ایک دم سے آ پہنچیں گے تو تمہارا رب تمہاری امداد فرمائے گا پانچ ہزار فرشتوں سے جو ایک خالص وضع بنائے ہوں گے۔"

اللہ تعالیٰ نے صبر اور تقویٰ کی بنیاد پر جنگ بدر میں مسلمانوں کی مدد کی جس کی بنا پر مسلمانوں نے تاریخ عالم کا نقشہ بدل دیا۔ مولانا ابوالکلام اس حقیقت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"بعض اوقات قدرتی حوادث کا ایک معمولی سا واقعہ بھی فتح و شکست کا فیصلہ کر دیتا ہے۔ جنگ واٹر لو کے تمام اراکین متفق ہیں کہ اگر سترہ اور اٹھارہ جون 1815ء کی درمیانی شب میں بارش نہ ہوئی ہو تی تو یورپ کا نقشہ بدل گیا ہوتا۔ کیونکہ اس صورت میں نپولین کو زمین خشک ہونے کا بارہ بجے تک انتظار نہ کرنا پڑتا، سویرے ہی لڑائی شروع کر دیتا۔ نتیجہ یہ نکلتا کہ بلوشر کے پہنچنے سے پہلے لنگٹن کو شکست ہو جاتی۔ واٹر لو میں اگر بارش نہ ہوئی ہوتی تو یورپ کا سیاسی نقشہ بدل جاتا لیکن اگر بدر میں نہ ہوئی ہوتی تو کیا ہوتا؟ تمام کرہ ارض کی ہدایت و سعادت کا نقشہ الٹ جاتا۔"[22]

مطلب یہ کہ غزوہ بدر والے دن لڑائی سے پہلے بارش ہوئی جس کی وجہ سے جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اس بات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر اللہ پر ایمان کامل ہو اور اللہ تعالیٰ کسی شخص یا گروہ کی مدد کرنا چاہے تو وہ ظاہری اسباب کے بغیر بھی مدد کر سکتا ہے اور اسباب بھی پیدا فرما سکتا ہے۔ غزوہ بدر کی طرح غزوہ احد میں مسلمانوں کے لیے بہت سی عبرتیں ہیں۔ غزوہ احد میں مسلمانوں کے گروہ نے نبی اکرم ﷺ کی پیروی سے معمولی سی روگردانی کی جس کی وجہ سے انہیں بہت سا نقصان اٹھانا پڑا۔ جب ساری زندگی نبی مکرم ﷺ کی نافرمانی کی جاتی رہے تو اس کا کیا نقصان نہ برداشت کرنا پڑے گا۔ نیز غزوہ احد میں مسلمانوں کے لیے ایک سبق یہ بھی ہے کہ ہمت ہارنا اور گزرے واقعات پر کڑھتے رہنا اور ایمان کی دولت کا حاصل نہ ہونا ہی ناکامی کے اسباب ہوا کرتے ہیں۔ نیز زندگی کے مختلف اوقات میں صورتحال بدلتی رہتی ہے۔ کبھی خوشی ملتی ہے، کبھی رنج و الم، کبھی ہار ہوتی ہے، کبھی جیت، یہ زندگی کی حقیقتیں ہیں۔ ان کو تسلیم کرنا ہی پڑتا ہے۔ قرآن نے اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ

22۔ ابوالکلام احمد، ترجمان القرآن (دہلی: کتب خانہ جامعہ اسلامیہ، س ن)، 56/2

الظّٰلِمِيْنَ[23]

"اور تم ہمت مت ہارو اور رنج مت کرو اور غالب ہی رہو گے اگر تم پورے مومن رہے۔ اگر تم کو زخم پہنچ جاوے تو اس قوم کو بھی ایسا ہی زخم پہنچ چکا ہے اور ہم ان ایام کو ان لوگوں کے درمیان ادلتے بدلتے رہا کرتے ہیں۔ اور تا کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو جان لے اور تم میں سے بعضوں کو شہید بنانا تھا اور اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں سے محبت نہیں رکھتے۔"

مفتی محمد شفیع صاحب اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"اس قرآنی آواز نے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑ دیا اور پژمردہ جسموں میں تازہ روح پھونک دی، غور فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کی کس طرح تربیت و اصلاح فرمائی اور ہمیشہ کے لیے مسلمانوں کو ایک ضابطہ اور اصول دے دیا کہ گزشتہ فوت شدہ امور پر رنج و ملال میں وقت صرف کرنے کی بجائے آئندہ کے لیے قوت و شوکت کے اسباب بہم پہنچانے چاہیے۔ پھر اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی بتلا دیا گیا کہ غلبہ اور بلندی حاصل کرنے کے لیے صرف ایک ہی چیز اصل ہے۔ یعنی ایمان اور اس کے تقاضے پورے کرنا۔ ایمان کے تقاضے میں وہ تیاریاں بھی داخل ہیں جو جنگ کے سلسلہ میں کی جاتی ہیں۔ یعنی اپنی فوجی قوت کا استحکام، سامان جنگ کی بہم رسانی اور ظاہری اسباب سے بقدر وسعت آراستہ و مسلح ہونا، غزوہ احد کے واقعات اول سے آخر تک ان تمام امور کے شاہد ہیں۔ اس آیت کے بعد ایک دوسرے انداز میں مسلمانوں کی تسلی کے لیے ارشاد ہے کہ اگر اس لڑائی میں تم کو زخم پہنچا، یا تکلیف اٹھانی پڑی تو اس طرح کے حوادث فریق مقابل کو بھی پیش آ چکے ہیں۔ اگر احد میں تمہارے ستر آدمی شہید اور بہت سے زخمی ہوئے تو ایک سال پہلے ان کے ستر آدمی جہنم رسید اور بہت سے زخمی ہو چکے ہیں اور خود اس لڑائی میں بھی ابتداء ان کے بہت سے آدمی مقتول و مجروح ہوئے۔"[24]

عمومی قصص:

قرآنِ مجید میں بے شمار واقعات بیان کیے گئے ہیں جن میں اہلِ ایمان، کفار اور متکبر اقوام کے قصے شامل ہیں۔ ان تمام واقعات کا بنیادی مقصد انسان کی فکری، اخلاقی اور روحانی تربیت ہے۔ قرآن ان واقعات کو زمانی ترتیب سے نہیں بیان کرتا بلکہ جہاں کسی خاص موقع پر تربیت یا نصیحت کی ضرورت ہوتی ہے، وہاں متعلقہ واقعے کا حصہ ذکر کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک ہی واقعہ مختلف مقامات پر بکھرا ہوا ملتا ہے۔ بعض قصے مخصوص افراد سے منسوب ہیں جیسے قارون، ہامان، لقمان وغیرہ، جبکہ

23۔ القرآن، سورۃ آل عمران: 139-140

24۔ مولانا محمد مفتی شفیع، معارف القرآن (کراچی: معارف القرآن، س ن)، 194/3

کچھ اقوام کے ناموں سے معروف ہیں جیسے اصحابِ کہف، اصحابِ سبْت، اصحابِ اُخدود، اصحابِ فیل وغیرہ۔

اصحاب الکھف:

قرآن کریم میں الکھف کے نام سے ایک پوری سورت موجود ہے۔اس سورۃ مبارکہ میں چار قصے بیان کئے گئے ہیں:

1۔اصحاب کہف کا قصہ، 2۔صاحب الجنتین (دو باغوں والے) کا قصہ،

3 حضرت موسیٰ و خضر کا قصہ، 4۔ذوالقرنین کا قصہ

اصحاب کہف کے قصے کے نزول کا سبب علماء یہود کے پاس قریش کے ایک وفد کی آمد کا ذکر ہے جو ان سے ایسے سوالات معلوم کرنا چاہتا تھا جن سے حضور اکرم ﷺ کی صداقت کا امتحان لیا جا سکے۔ہر چند کہ اسباب نزول کی بھی حقیقت علمیہ موجود ہے۔مگر پورا قرآن عمومی طور پر تمام انسانیت کی ہدایت کے لیے نازل ہوتا ہے۔وہی واقعہ اور سبب اس کے مطمع نظر نہیں ہوا کرتا۔شاہ ولی اللہ کے بیان سے حقیقت خوب واضح ہو جاتی ہے۔ان کا خیال ہے کہ تمام مفسرین آیات مخاصمات یا آیات احکام میں سے ہر ایک آیت کسی نہ کسی واقعہ سے ضرور وابستہ کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہی واقعہ اور قصہ اس کے نزول کا محرک ہے۔حالانکہ یہ ثابت اور طے شدہ ہے کہ نزول قرآن کا بنیادی مقصد انسانی نفوس کی تہذیب اور آراستگی، عقائد باطلہ کا خاتمہ اور اعمال فاسدہ کا انسداد ہے۔وہ لکھتے ہیں:

ان القصد الأصلي بنزول القرآن هو تهذيب النفوس البشرية، دمغ العقائد الباطلة، ونفي الاعمال الفاسدة[25]

"نزول قرآن کا بنیادی مقصد انسانی نفوس کی تہذیب اور آراستگی، عقائد باطلہ کا خاتمہ اور اعمال فاسدہ کا انسداد ہے۔"

اصحاب کہف کے قصے میں اہل ایمان کے لیے عبرت کا بڑا سامان موجود ہے۔اس لیے قرآن کریم نے اس قصے کو بیان کیا ہے۔قصوں کے بیان کرنے کے حوالے سے سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

"یہ قصے اپنے زمانے اور ماحول کے لحاظ سے نیز اپنی شخصیتوں اور کرداروں کے اعتبار سے ضرور مختلف ہیں لیکن اپنے مقصد میں متحد و متفق اور اپنے اختتام اور نتیجہ میں ایک دوسرے سے بہت مشابہ اور قریب ہیں۔ایک مرکزی نقطہ ان سب میں پایا جاتا ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ کا ارادہ قاہر جو ایک مومن کو کافر پر، متقی کو فاجر پر، مظلوم کو ظالم پر، کمزور کو طاقتور پر اور غریب کو امیر پر اس طرح غالب اور فتح یاب کرتا ہے کہ انسانی عقلیں اس کی توضیح اور تشریح سے قاصر رہتی ہیں۔"[26]

25۔شاہ ولی اللہ دہلوی، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر (لاہور: مکتبہ علوم اسلامیہ، س ن)، 18

26۔مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، معرکہ ایمان و مادیت، (کراچی: مجلس نشریات اسلام، س ن)، 43

اصحاب کہف کے قصے سے بڑا سبق ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام اشیاء پر قادر ہے۔ وہ ضرور انسانوں کو قیامت کے دن زندہ کرے گا۔ اصحاب کہف کو ایک عرصہ کے بعد زندہ کرکے اس نے اپنی قدرت کا مظاہرہ کر دیا۔ نیز اللہ تعالیٰ کی منشاء کے بغیر کوئی بھی شخص حتیٰ کہ نبی بھی کچھ نہیں کر سکتا۔ اگر اللہ توفیق دے تو انسان کچھ بھی کر سکتا ہے۔ اگر اللہ کی توفیق شامل حال نہ ہو تو انسان کچھ نہیں کر سکتا۔ نبی اکرم ﷺ کو اسی قصہ کے حوالے سے قرآن کریم نے ان الفاظ میں تنبیہ کی ہے:

وَلَا تَقُولَنَّ لِشَايْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذَٰلِكَ غَدًا إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ ۚ وَاذْكُر رَّبَّكَ إِذَا نَسِيتَ وَقُلْ عَسَىٰ أَن يَهْدِيَنِ رَبِّي لِأَقْرَبَ مِنْ هَٰذَا رَشَدًا(27)

"آپ ﷺ کسی کام کی نسبت یوں نہ کہا کیجئے کہ میں اس کو کل کر دوں گا۔ مگر خدا کے چاہنے کو ملا دیا کیجیئے۔ (یعنی ان شاء اللہ کہہ کر) اور جب آپ ﷺ بھول جائیں تو اپنے رب کا ذکر کیجئے اور کہہ دیجئے کہ مجھ کو امید ہے کہ میرا رب مجھ کو (نبوت) کی دلیل بننے کے اعتبار سے اس سے بھی نزدیک تر بات بتلا دے۔"

سید ابو الحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

"صرف ایک فرد مخاطب نہیں بلکہ ہر زمانہ کا معاشرہ تمام حکومتیں، ادارے اور جماعتیں اور تحریکیں مخاطب ہیں اور ان سب سے اس کے اہتمام والتزام کا مطالبہ ہے۔ یہ ہر اس اسلامی معاشرہ کی روح ہے جس میں ایمان اچھی طرح سرایت کر چکا ہو اور اس تہذیب کی روح اور جوہر حیات ہے جو ایمان بالغیب کی بنیاد پر قائم ہو اور یہی وہ خط فاصل ہے جو مادی اور ایمانی تمدن کو ایک دوسرے سے جدا کرتا ہے۔"(28)

خلاصہ بحث

1. تربیت انسان کی شخصیت کو نکھارنے اور اسے جسمانی، اخلاقی، ذہنی اور روحانی کمال تک پہنچانے کا نام ہے۔ یہ لفظ عربی "رَبَّی یُرَبِّی" سے ماخوذ ہے، جس کے معنی پرورش اور اصلاح کے ہیں۔
2. تربیت کا مقصد انسان کو تدریجاً اس مقام تک پہنچانا ہے جہاں وہ اپنی صلاحیتوں کو بہتر انداز میں استعمال کرے۔ امام راغب اصفہانی کے مطابق تربیت کسی شے کو آہستہ آہستہ اس کے کمال تک پہنچانا ہے، جبکہ مفتی محمد شفیع کے نزدیک یہ انسان کی بہتری کے لیے تدریجی ترقی کا عمل ہے۔
3. تزکیہ نفس تربیت کا اہم حصہ ہے جس میں انسان اپنے دل کو برائیوں سے پاک کرتا ہے۔ قرآن مجید کے فرمان کے

27۔ القرآن، سورۃ الکہف: 23-24

28۔ ندوی، معرکہ ایمان و مادیت، 80

مطابق کامیاب وہی ہے جو اپنے نفس کو پاک رکھے۔

4. قرآن مجید نے انسانیت کی تربیت کرنے کے لیے بہت سے قصص بیان فرمائے ہیں۔ ان میں سے بعض انبیاء کرام کے ہیں، بعض قصص گذشتہ اقوام کے ہیں، بعض صالح افراد کے اور بعض سرکش افراد کے ہیں۔
5. اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نبی اکرم ﷺ کے غزوات کو بھی بیان فرمایا ہے۔ ان تمام واقعات اور قصص کو بیان کرنے کا مقصد واقعات کا تاریخی استقصاء نہیں ہے بلکہ ان واقعات کو بطور عبرت واحسان بیان فرمایا گیا ہے۔
6. ان واقعات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید نے انسانیت کی تربیت کرتے وقت انسان کی فطرت کو پیش نظر رکھا ہے۔ انسان چونکہ قصص و واقعات کے ذریعے بات میں دلچسپی لیتا ہے اور بات کو اچھی طرح سمجھ لیتا ہے، اسی لیے قرآن کریم نے واقعات کے ذریعے برے اعمال کے انجام سے خبردار کیا ہے اور اچھے اعمال کی بدولت اجر کے وعدے کو یقینی انداز میں پیش کیا ہے۔
7. انبیائے کرام کی بعثت بھی انسانوں کی فکری، اخلاقی اور روحانی تربیت کے لیے ہوئی تاکہ وہ اللہ کی بندگی کے مقصد کو سمجھ سکیں۔

کتابیات

القرآن الکریم

ابن فارس، ابوالحسین احمد بن فارس بن زکریا، معجم المقاییس اللغہ، بیروت: دار الفکر، س ن

ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم، لسان العرب، بیروت: دار صادر، الطبعۃ الثالثۃ، 1212ھ

ابوالکلام احمد، ترجمان القرآن، دہلی: کتب خانہ جامعہ اسلامیہ، س ن

بلیاوی، عبدالحفیظ، مصباح اللغات، کراچی: سعید کمپنی، 1950ء

دہلوی، شاہ ولی اللہ، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، لاہور: مکتبہ علوم اسلامیہ، س ن

سیوہاروی، حفظ الرحمٰن، قصص القرآن، لاہور: مکتبہ اخوت، س ن

علامہ راغب اصفہانی، ابوالقاسم حسین بن محمد، المفردات فی غریب القرآن، مصر: مصطفیٰ البابی الحلبی، 1961ء

فضل الٰہی، پروفیسر ڈاکٹر، حضرت ابراہیمؑ بحیثیت والد، لاہور: مکتبہ قدوسیہ، س ن

مشتاق احمد خان، تعلیم القرآن، راولپنڈی: قرآن مرکز، 2001ء

مفتی شفیع، مولانا، معارف القرآن، کراچی: معارف القرآن، س ن

مودودی، ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، 1998ء

ندوی، مولانا سید ابوالحسن علی، معرکہ ایمان و مادیت، کراچی: مجلس نشریات اسلام، س ن

Al-Qur'ān al-Karīm

Ibn Fāris, Abū al-Ḥasan Aḥmad bin Fāris bin Zakariyā, Muʿjam al-Muqāyis al-Lughah, Bīdār: Dār al-Fikr, S N

Ibn Manẓūr, Jamāl al-Dīn Muḥammad bin Makram, Lisān al-ʿArab, Bīdār Ṣādir, al-Ṭabʿah al-ṯālithah, 1212 H

Abū al-Kalām Aḥmad, Tarjuman al-Qur'ān, Dilli: Kutub Khānah Jāmiʿah Islāmiyyah, S N

Bilāwī, ʿAbd al-Ḥafīẓ, Miṣbāḥ al-Lughat, Karāchī: Sāʿīd Company, 1950

Dehlawī, Shāh Walī Allāh, al-Fawz al-Kabīr fī Uṣūl al-Tafsīr, Lāhur: Maktabat ʿUlūm al-Islāmiyyah, S N

Siyūḥaravī, Ḥifẓ al-Raḥmān, Qiṣāṣ al-Qur'ān, Lāhur: Maktabat al-Ukhuwwat, S N

Allāmah Rāghib Aṣfāhānī, Abū al-Qāsim Ḥusayn bin Muḥammad, al-Mufradāt fī Gharīb al-Qur'ān, Miṣr: Muṣtafā al-Bābī al-Ḥalabī, 1961

Faḍl al-Ṣalāḥi, Prof. Dokṭar, Ḥaẓrat Ibrāhīm (A.S.) bīhaysat wālid, Lāhura: Maktabat Qudūsiyyah, S N

Muṣṭaḳ Aḥmad Khān, Taʿlīm al-Qur'ān, Rawalpindi: Qirāān Markaz, 2001

Muftī Shafīʿ, Maulāna, Maʿārif al-Qur'ān, Karāchī: Maʿārif al-Qur'ān, S N

Muḍūdī, Abū al-Ālā, Tafhīm al-Qur'ān, Lāhur: Islāmik Pablīkeshans (Islāmic Publications), 1998

Nadwī, Maulānā Sayyid Abū al-Ḥasan ʿAlī, Miʿrakah Īmān wa Mādayat, Karāchī: Majlis Nashriyāt al-Islām, S N